ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

"یادِ مفارقت" میں کرداروں کی تحلیلِ نفسی

Psychoanalysis of Characters in "Yaad- e-Mafarqat"

ا۔ ڈاکٹر نازیہ سحر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور
۲۔ ڈاکٹر محمد کامران شہزاد، وزٹنگ لیکچرار شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف سرگودھا
۳۔ احتشام الحق، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف صوابی

Abstract:

Among the African novelists, the name of Abdul Razak Gurna is important, who was born in 1948 in the Gurna region of Tanzania. He was a professor of English by profession. Eight novels and a collection of fiction have been published so far, in which poverty, ignorance, oppression and social misery due to the colonial era in African countries and surrounding areas have been the subject. Among these novels, his masterpiece is titled Memory of Departure, which has been translated by Syed Saeed Naqvi under the title of Yadmafarqat. In this novel, the story of the poverty-filled life of a 15-year-old African child has been created with skill. In this paper, the novel from western colonialism to independence, poverty, bankruptcy, corruption, unemployment, homelessness and love story of the main character has been analyzed. Apart from this, the psychological analysis of the main characters in the novel has also been done.

Key Words: Abdul Razak Gurna, Yad-e-Mfaraqt, Poverty, Ignorance, Oppression, Social Misery

ہر عہد میں مغربی ادب کی مختلف اصناف کو اُردو زبان میں ترجمہ کیا جاتا رہا، جس سے عصرِ حاضر اور مستقبل کے قارئین کو دنیا میں بولی جانے والی مختلف زبانوں کے ادب کے فکری و فنی مطالعات سے نہ صرف آگاہی ملی بل کہ مغرب میں جاری مختلف تحریکوں مثلاً علامت نگاری، سریلزم، نسائیت، اشتراکی نظام فکر، نوآبادیاتی اور پسِ نوآبادیاتی نظام کے پسماندہ ممالک میں اثرات پر ادبی تحریریں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اس حوالے سے مغربی ناول نے اہم کردار ادا کیا، جس میں ناول نگاروں نے انسان کے سماجی، معاشرتی، ثقافتی اقدار اور دنیا کا مخصوص طبقہ مادی وسائل پر قابض ہو کر عام افراد کا کس طرح استحصال کر رہا ہے، کو موضوع بنایا ہے علاوہ ازیں ان تحریکوں کے زیرِ اثر ناول لکھ کر انسانی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی تھی۔ ان مغربی رجحانات کے اثرات براہ راست ہمارے ادب پڑے، جس سے متاثر ہو کر متعدد فکشن نگاروں نے اپنے ناولوں میں مغربی فکر و فلسفہ کو بنیاد بنا کر ناول لکھے۔ ان میں کرشن چندر، عزیز احمد، عصمت چغتائی اور قراۃ العین حیدر وغیرہ کے ناول شامل ہیں۔ ان ناول نگاروں کے علاوہ کئی مترجمین ہیں، جنھوں نے مختلف زبانوں کے ناولوں کو اُردو میں تراجم کر کے عام قاری کے لیے مغربی ادب کا مطالعہ سہل بنایا ہے۔ ان میں محمد سلیم الرحمان، ارشد وحید، نعیم کلاسرا، احمد مشتاق، محمد حسن عسکری، محمد عمر میمن، آصف فرخی، ارجمند ارا، مخمور جالندھری، یعقوب یاور اور سید سعید نقوی وغیرہ شامل ہیں، جنھوں نے دنیائے ادب کے ناولوں کو اُردو زبان میں ترجمہ کر کے ناول کی صنف کو مزید مستحکم کیا۔

سید سعید نقوی کا شمار ان ادیبوں میں ہوتا ہے، جو بطور فکشن نگار، شاعر، سفر نامہ نگار، نقاد اور مترجم اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کی نثری تخلیقات میں دو ناول بعنوان "گرداب اور بارش سے پہلے" اور چار افسانوی مجموعے "نامہ بر، دوسرا رخ، ٹک ٹک دیدم، ڈھائی خانے کی چال" شامل ہیں اس کے علاوہ انگریزی ناولوں کے اُردو تراجم میں "منگل والے لوگ، یادِ مفارقت، اسٹونز، دلاری، دو نیم اپریل، اشتعال کی فصل، انڈیا کا ایک سفر اور وجود کی ناقابل برداشت لطافت شامل ہیں۔ ان میں یادِ مفارقت اور وجود کی ناقابل برداشت لطافت کو ادبی حلقوں میں خاصی پذیرائی ملی ہے۔ اس مقالے میں ان کا ترجمہ شدہ ناول "یادِ مفارقت" زیر بحث لایا جائے گا، جو تنزانیہ کے ادیب عبدالرّزاق گرونا کے ناول Memory of Departure کا اُردو ترجمہ ہے، جو 1987ء میں شایع ہوا تھا، جس کا ترجمہ پہلے اشعر نجمی کی ادارت میں شایع ہونے ادبی جریدہ "اثبات" کے شمارہ نمبر 33 میں شایع ہوا۔ بعد ازاں ناول کتابی صورت میں 2022ء میں سٹی بک پوائنٹ کراچی سے چھپا تھا۔ گرونا کے ناولوں میں زیادہ تر مشرقی افریقہ میں نوآبادیاتی عہد اور اس کے بعد کے سماجی و معاشرتی مسائل بنیادی موضوعات ہیں۔ یہ ناول بظاہر ایک محبت کی داستان ہے لیکن ناول کے بیانیے میں افریقہ کے ساحلی علاقوں میں نوآبادیاتی عہد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

کے بعد جبر، غربت، کرپشن بے روزگاری، عام انسانوں کے ٹوٹتے اور بکھرتے خوابوں کا کرب، گھٹن زدہ ماحول میں گزرتی زندگی، سیاسی فقدان اور معاشرتی بدحالی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مترجم ناول کا تعارف ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "یادِ مفارقت بھی ایک پندرہ برس کے نوجوان کی کہانی ہے، جو مشرقی افریقہ کے ایک غریب ساحلی علاقے میں پیدا ہوا۔ اس کے اطراف محض غربت، مایوسی، کرپشن اور ہر قسم کی بے راہ روی مروج ہے۔ یہ ایسے گھرانے کی کہانی ہے، جس کا ہر فرد اس ماحول کا شکار ہوا ہے، لیکن ہر ایک اپنے انفرادی انداز میں اس کا اثر قبول کرتا ہے۔ اس کا باپ اپنی ناکامیاں شراب میں ڈبو کر اپنی اولاد پر تشدد کرکے ۔وہ اپنے گھرانے کا ایک جابر، ناکام، غصہ ور حکمران نظر آتا ہے" (1)

کسی بھی تخلیق کار کے لیے زندگی کے مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کے مسائل کو سمجھنے کے لیے علم النفس کے مختلف شعبوں سے ضروری واقفیت ہونا ضروری ہے تاکہ وہ کرداروں کی تعبیر و تشریح صحیح معنوں میں کر سکے۔(2) محولا بالا اقتباس جہاں ناول کے موضوع کا تعین کرتا ہے وہیں ناول میں موجود کرداروں کی سماجی، معاشرتی، اخلاقی اور معاشی حیثیت کے ساتھ نفسیاتی کیفیات کا تعین بھی کر رہا ہے، جس سے ناول کے آغاز سے ہی قاری بیانیے کی فضا سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ ناول کی کہانی پندرہ سالہ حسن کے خاندان کے گرد گھومتی ہے، جو استعماری عہد کے بعد غربت اور بے بسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اسی وجہ سے گھر کا ہر فرد سماجی، معاشی اور جنسی گھٹن کا شکار ہے۔ ناول نگار نے ناول کے ہر کردار کو تشکیل کرتے وقت اتنی عمدگی سے مشرقی افریقی سماج سے انسلاک کیا ہے کہ دورانِ مطالعہ ہر کردار نفسیاتی دباؤ کا شکار نظر آتا ہے، جس سے قاری کو انسان کی سماجی، معاشرتی، جنسی اور معاشی مسائل کے باعث نفسیات کا ادراک کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

کسی بھی معاشرے میں بچہ اپنی محبت اور دلچسپی کا اظہار اپنے کھیل سے کرتا ہے۔ وہ کھیل کے معاملے میں نا صرف سنجیدہ ہوتا ہے بل کہ اس کے جذبات واحساسات بھی اس سے مملو ہوتے ہیں۔(3) ناول نگار بھی اپنے اس ناول کا آغاز فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے پانچ سالہ بچے کے جذبات و احسات کے اظہار سے کرتا ہے۔ ناول کا مرکزی کردار "حسن عمر" ہے،، جو ایسے افریقی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے، جس کا بچپن باپ کے ظلم و ستم سہتے ہوئے گزرتا ہے، جو شرابی اور بچوں کو اغوا کر کے بیچتا تھا لیکن وہ اپنے بیٹے کو بچپن سے ہی نصیحت کرتا ہے کہ جب تم بالغ ہو جاؤ گے تو تمھارا اور خدا کا معاملہ ہو گا یعنی گنہگار باپ بیٹے کو دینِ اسلام اور اللہ کے حکم کا پابند کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ یہاں سے ہی اس کی شخصیت میں ایک ڈر، خوف اور تجسس گھر کر لیتا ہے اور وہ گھر کے ہر فرد کے قول و فعل اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی غربت، بے روزگاری اور ناانصافی پر فکر انگیز گفتگو کرتا نظر آتا ہے مثلاً اس کا باپ بڑے بھائی سعید پر بے رحمی سے تشدد کرتا ہے تو زخموں سے چور بھائی کو ماں نے نہلا کر بستر میں سلایا اور ساتھ شمع دان روشن کر دی لیکن بد قسمتی سے اس کے کپڑوں کو آگ لگ جاتی ہے اور سعید اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچ جاتا ہے تو حسن سوچتا ہے کہ اس بے رحم اور ظالم دنیا میں اللہ نے انسان کو پیدا ہی کیوں کیا دوسری طرف حسن کے والد نے مقامی مسجد میں قران خوانی کرائی اور دعائیں پڑھائی گئیں۔ یہاں پانچ سالہ حسن کے جملے بچپن ہی سے اس کی شخصیت میں حساسیت ظاہر کر رہے ہیں کیوں کہ ایک طرف اس کا باپ لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہے اور گھر میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتا ہے تو دوسری طرف مختلف سماجی برائیوں میں مبتلا رہتا ہے علاوہ ازیں بیوی بچوں پر درندوں کی طرح تشدد کرتا ہے، والد کی مار کے خوف کے باعث حسن بچپن ہی سے گھر کے گھٹن زدہ ماحول سے فرار چاہتا ہے:

> " میرے والد اکثر میری پٹائی کرتے تھے ۔ مجھے ان سے ایسا خوف آنے لگا کہ میں ان سے بات کرتے ہوئے ڈرتا تھا" (4)

ان جملوں سے بچوں کی نفسیات کا عکس عیاں ہوتا ہے کہ جب والدین چھوٹی چھوٹی بات پر اولاد کو مارتے یا پیٹتے ہیں، تو بچوں میں خود اعتمادی کا فقدان پیدا ہوتا ہے، جس کے اثرات جوان ہونے پر بھی ان کی شخصیات میں رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک رات جب حسن بخار میں تپ رہا تھا تو اس کی ماں نے اسے اپنے کمرے میں سلا لیا لیکن آدھی رات جب اس کا باپ جنسی اختلاط کے لیے ماں کے قریب جاتا ہے تو ماں بیٹے کی موجودگی کے سبب مزاحمت کرتی ہے ، جس کے نتیجے میں حسن کا باپ، ماں کو غراتے ہوئے مارتا ہے اور حسن دادی کے کمرے میں چلا جاتا ہے۔ یہاں وہ نفسیاتی طور پر دباؤ کا شکار ہو کر دنیا سے نفرت کرنے لگتا ہے، جس میں عام افراد کے لیے بنیادی حقوق کا فقدان ہے۔ یہاں ناول نگار نے غریب اور بے کس افراد کی مجبوریوں کا عکس دکھایا ہے، جو غربت کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

باعث تنگ گھروں میں رہنے پر مجبور ہیں، جہاں وہ اپنی جنسی خواہشات پوری کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور اگر بچوں کے ہوتے ہوئے جنسی خواہش پورا کریں تو ایک کلنک باطن میں رہتا ہے، جو والدین کو بچوں کے سامنے شرمندہ کرتا ہے، جیسا کہ اس واقعے کے بعد حسن کی ماں اس سے چھپنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے اور حسن ماں سے نالاں ہوتا ہے کہ ماں نے مجھ پر ہی الزام کیوں لگایا تھا۔ اس وقت کی نفسیاتی کیفیت کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"مجھے اس دنیا سے خوف اور نفرت محسوس ہوئی، جس میں انھوں نے مجھے پیدا کیا تھا۔۔۔۔۔۔جب اوپر خدا اپنے جہنم، اپنی جنت اور بے شمار عذابوں کے ساتھ منتظر ہے، تو پھر دنیا اتنی مشکل کیسے ہو سکتی ہے۔" (5)

حسن عمر جب سکول میں اپنے استاد کے ساتھ کھیلوں کے فاتحین کے نام درج کر رہا تھا تو استاد اسے ترغیب دیتا ہے کہ اپنے بہتر مستقبل کے لیے انگلستان چلے جاؤ، جو ہے تو لادین لیکن وہاں آگے بڑھنے کے امکانات بہت زیادہ ہیں لیکن حسن جواب میں کہتا ہے کہ کلرک بننے میں کون سی شخصیت مسخ ہو جاتی ہے بل کہ رزقِ حلال کما کر زندگی پر سکون بنائی جا سکتی ہے۔ یہاں بھی قاری کو حسن کی حساسیت ظاہر ہو رہی ہے، جو مغربی غلامی کے بجائے آزاد خیال اور اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے حلال رزق کو ترجیح دے رہا ہے اور اس کا استاد مسلمانوں کے زوال کی وجوہات بتا کر قائل کرنا چاہتا ہے کہ مسلمان کلچر کے ساتھ جڑے رہنے کی وجہ پستی کا شکار ہوئے تھے۔

کسی بھی خطے کے پسماندہ علاقوں میں مقیم کمزور اور غریب طبقے کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں کی عوام میں خود اعتمادی نہیں ہوتی ہے اور اگر ان کے بچے اپنے بہتر مستقبل کے لیے کوئی قدم اٹھانا چاہیں تو والدین اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ آپ یہ نہیں کر سکو گے۔ ناول میں حسن کے خاندان کی امیدیں اسی سے وابستہ ہیں لیکن آزادی کے تین سال بعد جب وہ سکول کے آخری برس اسکالر شپ کے حصول کے کوشش کرتا ہے تو اس کا والد بیٹے کا حوصلہ پست کرتا ہے۔ اسی وجہ سے متوسط اور غریب کے بچے کسی بھی ڈور میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ حسن پھر بھی ہمت نہیں ہارتا اور پاسپورٹ کے حصول کے لیے بار بار آفس کے چکر لگاتا ہے لیکن سفارش کرانے اور رشوت دینے پر امادہ نہیں ہوتا ہے۔ بچپن میں اس کے باپ نے ہی حلال رزق کمانے کا سبق سکھایا تھا لیکن وہ اپنے باپ کی شخصیت کے قول و فعل میں تضاد دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ چند سطور ملاحظہ کیجیے:

"ہم جب بھی تنہا ہوتے اسی موضوع پر بات کرتے۔ میری امید جلد ہی دم توڑنے لگی۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ میرے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اور ان کا جوش، افسروں کو رشوت دینے کی کوشش کی کہانیاں محض افسانے تھے، ایک مفصل جھانسا۔ کبھی کبھار مجھے ان کے چہرے پر ایک اطمینان بخش شیطانیت کی جھلک نظر آتی" (6)

میٹرک کے امتحان کے بعد حسن کی ماں اسے اپنے بھائی "بوانا احمد بن خلیفہ" کے پاس نیروبی اس لیے بھیجتی ہے کہ تم ماموں سے وراثت کی رقم لے کر اپنی تعلیم جاری رکھنا۔ وہ اپنی ماں کی ہدایت پر نیروبی کے لیے ٹرین میں سفر کرتا ہے۔ دورانِ سفر اس کی ملاقات موسٰی موو ینی نامی شخص سے ہوتی ہے اس کے ساتھ مکالموں کے دوران حسن عمر پڑھا لکھا اور باشعور فرد نظر آتا ہے، جو معاشرے میں ہونے والی قتل و غارت، ناانصافیوں، بدعنوانیوں کے خلاف رائے رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں افریقی آرٹ اور افریقی معاشرت کے بجائے ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن نوآبادیاتی عہد کے بعد مشرقی افریقہ میں صنعتی ترقی پر زور دیتا ہے کیوں کہ اس سے لوگوں کو روزگار ملے اور معاشرے میں خوشحالی آئے گی:

"ہمیں ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی ضرورت کی ہر چیز امریکا یا یورپ سے منگواتے ہیں۔ وہ ہمیں ان چیزوں کی خریداری کے لیے قرضہ تک دیتے ہیں۔ ہمیں یہ سیکھنا ہے کہ ہم خود اپنی موٹر کار بنائیں، خود اپنی فیکٹریاں تعمیر کریں، اپنی کپاس خود بنیں۔" (7)

نیروبی پہنچنے پر حسن عمر کی شخصیت میں نمایاں تبدیلی آتی ہے۔ ماموں کی بیٹی سلمٰی نے طنزیہ انداز میں استقبال کیا لیکن حسن اسے دیکھتے ہی اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تخیلاتی دنیا میں گم رہتا ہے کہ ایک خوب صورت لڑکی کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہوں گا۔ اس کے علاوہ وہ ایک گھٹن زدہ ماحول سے نکل کر آزاد اور خوشگوار فضا میں سانس لیتا ہے تو زندگی کی رنگینی سے لطف اندوز ہوتا ہے لیکن یہاں وہ اپنے ماموں کی باتوں اور تلخ رویے سے مایوس ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ مال و دولت کی فروانی اور جدید طرزِ معاشرت کے باوجود یہ لوگ اخلاقی طور پر پست ذہن ہیں۔ اس ضمن میں جب وہ اپنے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ماموں سے اولین ملاقات کرتا ہے تو ماموں کا اپنے بھانجے سے سلام لیتے طنزیہ مسکراہٹ کے پیچھے نفرت عیاں ہوتی ہے، جو کسی بھی غریب رشتہ دار کے لیے ہوتی ہے۔اسی طرح جب وہ کھانے کے میز پر بیٹھے تو ان کی نظروں میں حسن کے لیے حقارت عیاں تھی ۔اقتباس میں ملاحظہ کیجیے:

"جب وہ میز سے اٹھے تو انھوں نے میرے ہاتھ کی جانب دیکھا جو گھی اور زعفران سے سنے ہوئے تھے۔انھوں نے چمچے استعمال کیے تھے۔ان کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حقارت کے آثار نمودار ہوئے"(8)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ حسن اپنے ماموں کے پاس والدہ کی وراثتی رقم لینے گیا تھا تاکہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکے لیکن ماموں کا تلخ رویہ دیکھ کر روپے مانگنے کا ارادہ ترک کر دیتا ہے کیوں کہ اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اسے حقیر سمجھتے ہیں، جس کا اظہار وہ بیٹی کے ساتھ گفتگو کے دوران کر رہے تھے کہ یہ موصوف رقم کا مطالبہ کرنے آیا ہے لہذا اس کی حوصلہ افزائی نہ کرنا۔دوسری طرف حسن سلمٰی کے طنزیہ جملوں اور بے رخی کے باوجود اس سے تعلقات کو بہتر رکھنا چاہتا ہے کیوں کہ وہ اس کو پسند کرتا تھا۔بعد ازاں حسن کی خوش اسلوبی کے باعث سلمٰی بھی حسن میں دلچسپی لینا شروع کر دیتی ہے۔یہاں ناول نگار نے حسن کا کردار نفسیاتی طور پر مضبوط تشکیل کیا ہے، جو اپنی تذلیل کے باوجود اپنی خوش مزاجی سے اپنی ماموں زاد کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

بوانا احمد بن خلیفہ اپنے بھانجے کو اپنے کاروبار میں ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر تاجر سے اس کا تعارف اپنے مینجر کے طور پر کرواتا ہے اور کہتا ہے کہ تم یہاں نوکری شروع کر دو تاکہ تم اپنا مستقل ٹھکانہ بنا سکو، لیکن حقیقت میں اس کے ماموں کی شخصیت میں منافقت جھلک رہی ہوتی ہے، جو صرف اپنے کاروبار کو چلانے کے لیے غریب بھانجے کو اس لیے استعمال کرنا چاہتا تھا تاکہ یہ رقم کا مطالبہ نہ کرے لیکن حسن کی شخصیت میں غربت اور مشکل حالات کے باوجود کسی کی حاکمیت میں رہ کر زندگی گزارنا نہیں ہے کیوں کہ اسے یہ لگتا ہے، جس کے پاس اقتدار اور طاقت آجائے وہ عام انسانوں سے ناروا سلوک کرتے ہیں جیسا کہ اس کا ماموں تھا:

" کیوں کہ میں ملکیت نہیں بننا چاہتا۔میرے مستقبل کا دارومدار اس امر پر نہیں ہونا چاہیے کہ تمھارے والد میرے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں ۔ میں ان مینیجروں کی طرح نہیں بننا چاہتا، جو تمھارے والد کے لیے کام کرتے ہیں"(9)

ناول میں حسن عمر کے کردار کے دو رخ نظر آتے ہیں۔پہلا جب وہ اپنا بچپن اپنے والدین کے ساتھ گھٹن زدہ ماحول میں گزارتا ہے، جہاں غربت، بے روزگاری، معاشرتی بدحالی کے سبب حسن کی شخصیت کے نفسیاتی پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔جہاں وہ اپنے والد کی ہدایت کے مطابق سچا مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے لیکن اپنے والد کی شخصیت میں کئی تضادات دیکھ کر نفسیاتی الجھنوں کا شکار رہتا ہے پھر بھی کسی مرحلے پر اپنے آپ کو کمزور ثابت نہیں کرتا ہے۔ دوسرا پہلو نیروبی قیام کے دوران سامنے آتا ہے جہاں وہ پیسے والے رشتہ داروں کی شخصیت میں منافقت کو دیکھ کر نفسیاتی کش مکش کا شکار رہتا ہے۔

ناول کا دوسرا کردار حسن کا باپ ہے، جس کی شخصیت تضادات سے بھری ہوئی ہے۔وہ ایک طرف ظالم، جابر باپ ہے، جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے بچوں اور بیوی پر بے رحمی سے تشدد کرتا ہے تو دوسری طرف سچا مسلمان بننے کے لیے حسن کو ترغیب دیتا ہے۔یہاں سے اس کی نفسیاتی الجھنوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ غربت اور بے بسی کا غصہ اپنے بچوں پر نکالتا تھا، جس سے نفسیاتی طور پر اسے تسکین ملتی تھی۔

انسان پیٹ کی بھوک کے باعث ہر وہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جس کی معاشرے اور اس کے مذہب میں ممانعت ہوتی ہے کیوں کہ اس کے نزدیک بھوک کے آگے کوئی سماجی پابندی اور مذہب حیثیت نہیں رکھتا ہے۔مشرقی افریقہ کے ساحلی علاقوں میں معاشرتی بدحالی اور بھوک نے ڈھیرے ڈالے تو کئی افراد مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔انہی افراد میں حسن کا باپ بھی ہے، جو مذہب اسلام پر پختہ یقین رکھتا تھا لیکن سیاہ فام بچوں کو اغوا کرنے کر کے ان کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے۔گویا انسانی نفسیات بڑی پُراسرار ہے، جو بھوک کو مٹانے کے لیے اچھے برے کی تمیز میں فرق بھول جاتی ہے:

"وہ سیاہ فام چھوٹے بچوں کو اغوا کر کے انھیں ثور کے عربوں کے ہاتھوں بیچ دیا کرتے تھے۔یہ میں نے سکول میں سنا تھا۔کیا یہ سچ ہے کہ ایک بچے کی مقعد پھاڑ دینے کی وجہ سے انھیں جیل بھیج دیا گیا تھا؟"(10)

محولا بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن کے والد کی شخصیت میں بے وفائی تھی۔ وہ اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے باہر بچوں کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے میں دلچسپی رکھتا تھا، جس کا اندازہ اس کی ماں کو گھر واپسی پر ہو جاتا تھا۔ اگر وہ سوال کرتی تو انھیں پیٹنا شروع کر دیتا تھا۔

کسی بھی فن کی تخلیق میں جنسیت کا اہم رول ہوتا ہے(11) اسی لیے تخلیق کار نسوانی جذبات واحساسات اور جنسی ہیجان کو بیانیے میں اس انداز میں شامل کرتا ہے کہ معاشرے میں جنسی گھٹن کے اسباب اور نتائج کا عکس نظر آتا ہے۔ ناول کا تیسرا اہم کردار حسن کی بہن "ذکیہ" ہے، جو معاشرتی و سماجی بدحالی اور گھر کے گھٹن زدہ ماحول سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے غیر مردوں سے جنسی اختلاط کر کے اطمینان بخش زندگی گزار رہی ہے اور اپنے گھر والوں کو نظرانداز کر رہی ہے۔ ناول نگار نے ذکیہ کے کردار کی تشکیل بڑی مہارت سے کی ہے۔ اس کردار کے ذریعے دیکھایا کہ جب کوئی عورت اپنی جنسی گھٹن کو دور کرنے کے لیے چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کرتی ہے تو اس کے پیچھے کون سے اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔ ذکیہ جب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے تو رشتہ تلاش کرنے والے کا مذاق اڑایا تو دادی اس کو مارنا چاہتی تھی، اسی طرح وہ سکول میں ڈرامے میں حصہ لینا چاہتی تھی اور سائیکل چلانا چاہتی تھی لیکن سماجی پابندیوں کے سبب گھر سے اجازت نہیں ملی تو اس نے خواہشات کی عدم تکمیلیت کے سبب گھر والوں سے راہ فرار اختیار کرنا شروع کر دیا۔ ماں سمجھانے کی کوشش کرتی لیکن وہ کسی سے بات تک نہیں کرتی تھی اور معاشرے کے اوباش مردوں کے ہاتھوں کھیلتی رہی، جس کے نتیجے میں حمل ٹھہر جاتا ہے تو حسن سوچتا ہے کہ اگر باپ کو ذکیہ کے حمل کا پتہ چل گیا تو وہ کیا سلوک کریں گے؟ ناول کے اس جملے میں سماج میں باعزت والدین کے لیے سبق ہے کہ وہ گھر میں اولاد پر بے جا سختیاں معاشرتی پابندیاں لگا کر گھٹن زدہ ماحول بنا دیتے ہیں تو ان کے بچے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو کر جنسی ہوس جیسی برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اخلاقی طور پر وہ بچیاں سماج میں شرم وحیا کا پردہ گرا کر اسی دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہیں تو گھر والے بھی اس کا نام لینے سے خوف زدہ ہوتے ہیں:

> "ماں بھی اس سے گویا ہوتیں تو وہ نہایت بے رحمی سے انھیں خاموش کرا دیتی۔ وہ بدمعاش مردوں کے ساتھ ایسے تسلسل سے غلیظ معاشقے لڑا رہی تھی۔ جیسے ان میں کسی تعطل سے خوف زدہ ہو۔"(12)

ناول کا چوتھا اہم کردار حسن کی ماں ہے، جو ایک روایتی شکست خوردہ، مظلوم عورت ہے۔ اپنے گھر کے سماجی ڈھانچے کو برقرار رکھنے کے لیے ہر طرح کی اذیت سہہ رہی ہے۔ وہ کبھی تو اولاد کے سامنے خاوند سے مار کھا کر اپنا تشخص برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے، تو کبھی خاوند کے ساتھ جنسی اختلاط کے دوران بیٹے کے اٹھ جانے سے شرمندگی کے باعث نظر ملا نہیں پاتی ہے اور کبھی اپنی بیٹی سے اس کے کردار پر سوال کرتی نظر آتی ہے۔ حسن کی ماں کا ایسا کردار ہے، جو گھر بچانے کے لیے کبھی اپنے اوباش خاوند کے خلاف مزاحمت پر نہیں اکساتی ہے۔ بل کہ اپنے بیٹے سعید کی موت کو بھی قانونِ قدرت سمجھ کر سہہ لیتی ہے۔

چونکہ عورت مضبوط اعصاب کی مالک نہیں ہوتی اس لیے وہ سماجی، معاشرتی اور معاشی مسائل سے اس طرح سے نبرد آزما نہیں ہوتی جیسے مرد مسائل کا سامنا کرتا ہے۔ حسن کی ماں نفسیاتی طور پر مضبوط عورت ہے، جو اپنی خانگی زندگی کی ساخت کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ گھر سے راہ فرار اختیار کرنے والی بیٹی کو راہ راست پر لانے کی بھی سعی کرتی ہے۔ گویا ناول نگار نے ایسے معاشرے میں گھر کی ایسی عورتوں کا عکس دکھایا ہے، جو تمام سماجی پابندیوں، معاشی بدحالی اور جنسی گھٹن کے باوجود زندگی کو نارمل انداز میں گزارنے کے لیے جتن کرتی ہیں، جیسا کہ حسن کی ماں اپنے بیٹے سے پُرامید ہے اور اس کو بہتر مستقبل کے لیے بھائی کے پاس بھیجتی ہے تاکہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکے۔

ناول میں "موسی موویئی" نامی اہم کردار ہے، جو حسن کو پہلے ٹرین کے سفر کے دوران ملتا ہے بعد ازاں نیروبی میں اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ ٹرین میں حسن اس کی فلسفیانہ گفتگو سن کر متاثر ہوتا ہے لیکن اس کی شخصیت میں تضاد نظر آتا ہے مثلاً جب وہ ٹرین میں ملتا ہے تو حسن کے شہر کو اجاڑ کہتا ہے جبکہ اپنے شہر کو "خوابوں کا شہر" کہتا ہے اور حسن کے شہر کی تذلیل ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "یہ کس قدر مردہ جگہ ہے، اس نے غیر ضروری قطعیت سے کہا۔ بھائی میں یہاں دو دن سے ہوں اور میں تمھیں بتا سکتا ہوں کہ میرا دل اچاٹ ہو چکا ہے۔ یہاں چکلوں اور مقعد پرستوں کے سوا کچھ نہیں۔ انھیں چاہیے اس جگہ کو گرا کے دوبارہ تعمیر کریں۔"(13)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

وہ ہندوستانیوں کو ملک سے باہر نکالنے کو بچگانہ حرکت کہتا ہے کیوں کہ اس کے نزدیک سفید فاموں کو نکالنا چاہیے، جو ہمیں انسان تک نہیں سمجھتے ۔اس حوالے سے وہ اپنی قوم کو قصور وار سمجھتا ہے، جو ظلم سہتے رہتے ہیں لیکن کچھ کرتے نہیں ہیں بلکہ اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ گفتگو سن کر حسن متاثر ہوتا ہے لیکن جب اسے پتہ چلتا کہ وہ واش روم میں جنسی تسکین پوری کر رہا ہے اور بے ٹکٹ سفر کر رہا ہے تو اس کے اخلاقی اقدار پر سوال اٹھاتا ہے۔ یہاں ہی سے اس کردار کی شخصیت میں تضاد نظر آتا ہے، جو قومی مفاد کا حامی تو ہے لیکن اس کا اپنا کردار منافقت سے بھرا ہوا ہے۔

موسی کی شخصیت میں ایک تضاد اس وقت کھولتا ہے، جب نیروبی میں حسن اپنے ماموں کے ساتھ تجارت کے لیے جس تاجر کے پاس جاتا ہے، وہ موسی ہی ہوتا ہے، جو کہ کسی سفیر کے لیے کام کرتا ہے اور سیاحوں کو خواتین فراہم کرنے کی دلالی کرتا ہے۔ اس وقت حسن اس کے نظریات کے متعلق سوالات کرتا ہے تو وہ یہ کہہ کر حسن کی تذلیل کرتا ہے کہ میں یہی کام کرتا ہوں اور تمھارے جیسے لوگ میرے گاہک ہیں تو حسن کے اوسان خطا ہو جاتے کہ یہ وہی شخص ہے، جو ٹرین میں اپنے آپ کو نیروبی یونیورسٹی کا طالب علم کہہ رہا تھا۔(14)۔اس کردار کے ذریعے ایسے لوگوں کی نفسیات دکھائی ہے، جو ساری زندگی دوسروں کو بیوقوف بنا کر مغالطے میں رہتے ہیں، دوسروں کی لاعلمی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ملکی معیشت اور معاشرتی تنزلی پر پیچیدہ گفتگو کر کے اپنے آپ کو ہلاکو خان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب بھی ان کے باطن کو کریدیں تو اندر سے کھلا پن عیاں ہوتا ہے۔

حسن کا ماموں "بوانا احمد بن خلیفہ "ایک کنجوس انسان ہے، جو نیروبی میں اپنی بیٹی سلمٰی کے ساتھ رہتے ہیں اور مال دار شخصیت ہیں لیکن ان کے لہجے میں تلخی اور نفسیاتی دباؤ ناول میں عیاں ہوتا ہے کیوں کہ انسان کو ماضی سے متعلق یادیں اور مستقبل کے خواب جذباتی بنا دیتے ہیں اور یہ صورتِ حال فرد کے لیے ذہنی اذیت کا سبب بنتی ہے۔(15) حسن عمر کے ماموں کی ذہنی اذیت کی کئی وجوہات تھیں مثلاً حسن کی آمد پر اسے غریب اور حقیر رشتہ دار سمجھ کر طنزیہ مسکراہٹ سے سے استقبال کرتا ہے تو حسن کو لگتا ہے کہ وہ اس کی غربت کے باعث حقیر سمجھتے ہیں لیکن اصل وجہ ناول کے آخر میں کھلتی ہے، جب سلمٰی کی دوست مریم حسن کو بتاتی ہے کہ بوانا احمد بن خلیفہ کے تلخ رویے کی وجہ یہ ہے کہ ماضی میں اس کا ایک دوست یوگنڈا سے کچھ عرصہ رہنے کے لیے آیا تھا لیکن اس نے بوانا کی بیوی سے جنسی تعلق استوار کر لیا، یہ خبر سنتے ہی بوانا نے اپنے دوست کو چاقو سے زخمی کر دیا اور بیوی کو کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اس کی چوکی داری کرنے کے لیے گھر میں ہی وقت گزارنے لگا۔ اسی وجہ سے سلمٰی کی ماں کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا بعد ازاں اس نے زہر کھا لیا تھا۔ حسن کا ماموں اس احساسِ جرم میں زندگی گزار رہا ہے، جس کا علم سلمٰی کو نہیں تھا اور وہ چاہتا بھی نہیں تھا کہ بیٹی کو پتہ چلے کیوں کہ پھر وہ ماں کی موت پر سوال کرے گی اس واقعے سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ بوانا احمد بن خلیفہ کے مزاج میں تلخی اور سرد مہری کیوں ہے۔ اسی لیے جب سلمٰی اور حسن کی محبت کا نوکر بتاتا ہے تو بوانا کے لاشعور میں ماضی کا قصہ اجاگر ہو جاتا ہے، جس کے سبب وہ اپنے بھانجے کو مجرم باپ کے طعنے دے کر گھر سے نکال دیتا ہے تو حسن اپنے ماموں کو احمق انسان قرار دیتا ہے، جو اپنی بیٹی کی خوشیوں کا اپنے ہاتھ سے خون کر رہا تھا:

"آپ ایک احمق انسان ہیں اور میری دعا ہے آپ کا خدا آپ کو ان حرکتوں پر معاف کرے۔ آپ
اپنی بیٹی کے لیے زندان تعمیر کر سکتے ہیں، لیکن میں اس کے لیے واپس آؤں گا۔"(16)

ناول نگار بوانا احمد بن خلیفہ کے قصے کے ذریعے قاری کو اس کی باطن میں چلتی نفسیاتی جنگ سے آگاہ کر رہا، جو بیک وقت اپنے آپ سے بھی لڑ رہا ہے اور معاشرے کے ہر فرد کو اپنا دوست سمجھ کر اس لیے تذلیل کر رہا ہے کہ وہ بھی فطرتاً دوست جیسا ہے۔ دوسری طرف بیٹی کے احساسات اور جذبات کی قدر بھی نہیں کرتا کیوں کہ اسے لگتا ہے کہ یہ بھی اپنی ماں جیسے ہی جذبات رکھتی ہے۔ اس لیے بغیر تحقیق کیے وہ حسن کو گھر سے نکال دیتا ہے لیکن حسن یہی سمجھتا ہے کہ ماموں نے غربت کے باعث اور پیسے نہ دینے کے لیے غصے میں آ کر گھر سے نکال دیا ہے۔

بوانا احمد بن خلیفہ کی بیٹی " سلمٰی " ناول کے بیانیے کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ سلمٰی اپنے باپ کی لاڈلی، خوبصورت اور مادیت پرست لڑکی ہے، جو حسن کے نیروبی پہنچنے پر تلخ رویہ اپناتی ہے اور ہر لمحہ اس کی غربت اور مزاج پر طنز کرتے ہوئے کبھی اس کو ساحلی رشتہ دار، کبھی کشتی بان اور مچھیرا کہتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بوانا نے اپنے بھانجے کا تعارف ساحل سمندر پر زیست گزارنے والے ایک غریب و مسکین فرد کے طور پر کروایا تھا جبکہ حسن کو دیکھتے ہی دیکھتے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں اکھٹے نیروبی سیر کو نکل جاتے تھے، جس کے باعث سلمٰی بھی حسن سے محبت کرنے لگتی ہے،، جس کا اندازہ ناول میں موجود ان جملوں سے ہوتا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

"اس نے میرا ہاتھ پکڑ کے اپنے ہونٹوں تک بلند کیا اور اسے چوم لیا۔ ہم نے ایک دوسرے کو شرمگیں نگاہوں سے دیکھا۔اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ کتنی جلدی۔۔۔ میں اتنا حیرت زدہ تھا کہ کچھ نہ کر سکا"(17)

سلمٰی ایک حساس لڑکی ہے،جو جانتی ہے کہ میری ماں نے زہر کھایا تھا لیکن خوف زدہ بھی ہے کہ اس متعلق باپ سے سوال کرنے پر مجھ سے قطع تعلق نہ ہو جاہیں دوسری طرف وہ اس وقت باپ کے غصہ سے زیادہ خوف زدہ ہوتی ہے،جب وہ لوگوں کو جانور کہتے ہیں۔جیسا کہ حسن کو گھر سے نکالتے وقت جانور کہا تھا۔یہاں سلمٰی کے کردار میں نفسیاتی تجسس ہے،اس تجسس کی کھوج میں وہ اپنے آپ میں گم رہتی ہے۔

مجموعی طور پر 194 صفحات پر مشتمل ناول کے تمام کردار نفسیاتی الجھنوں کا شکار نظر آتے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ غربت اور لاچار افراد اپنے سماجی اور معاشی ڈھانچے اور گھٹن زدہ ماحول کو بہتر بنانے کے جتن کرتے نظر آتے ہیں،جس میں حسن کے خاندان کے تمام کردار شامل ہیں جبکہ پوش ایریا میں رہنے والے افراد متعدد وجوہات کے سبب خانگی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کرتے ہیں۔ناول نگار تمام کرداروں کے باطن میں چلتی جنگ کے نتیجے کو قاری پر چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے تاکہ پڑھنے والا ہر کردار کی نفسیاتی کیفیت کا بہتر نتیجہ اخذ کر سکے۔

حوالہ جات

1۔عبدالرّزاق گرنا،"یادِ مفارقت"،(مترجم)سید سعید نقوی،کراچی:سٹی بک پوائنٹ،2022ء،ص:06
2۔اختر اورینوی،"ادب اور نفسیات"مشمولہ"نفسیاتی زوایہ اور ادب"(مرتب)تہذیب صدیقی،دہلی:براؤن پبلی کیشنز،2015ء،ص:102
3۔ڈاکٹر سلیم اختر،"نفسیاتی تنقید"،لاہور:مجلس ترقی ادب،2007ء،ص:57
4۔عبدالرّزاق گرنا،"یادِ مفارقت"،ص:19
5۔ایضاً،ص:22
6۔ایضاً،ص:38
7۔ایضاً،ص:91
8۔ایضاً،ص:117
9۔ایضاً،ص:155
10۔ایضاً،ص:20
11۔کلیم الدین احمد،"تحلیل نفسی اور ادبی تنقید"،پٹنہ:بہار اُردو اکادمی،1990ء،ص:65
12۔عبدالرّزاق گرنا،"یادِ مفارقت"،ص:74
13۔ایضاً،ص:83
14۔ایضاً،ص:147
15۔سفینہ بیگم،"اُردو ناول نظری و عملی تنقید"،کراچی:سٹی بک پوائنٹ،2022ء،ص:210
16۔عبدالرّزاق گرنا،"یادِ مفارقت"،ص:162
17۔ایضاً،ص:154